تم کل کے لئے کیا جمع کرتے ہو

(فرمودہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

۱۴۔ ستمبر ۱۹۳۳ء بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مولوی فضل الٰہی صاحب کے لڑکے فضل الرحمٰن صاحب کا نکاح سید محمود شاہ صاحب سکنہ کلانور کی لڑکی حفیظ بیگم سے پڑھا۔
خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

انسانی فطرت ہمیشہ ہی آئندہ کے متعلق سوچتی ہے خیال رکھتی ہے۔ بے شک ایسے انسان بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں جو آئندہ کا خیال نہیں رکھتے لیکن انسانوں میں سے اکثریت ایسے ہی انسانوں کی ہے جو آئندہ کا خیال رکھتی ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہوں، ہندو ہوں، عیسائی ہوں، سکھ ہوں، کوئی ہوں لیکن بنی نوع انسان کی حالت کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اکثریت آئندہ کا خیال نہیں رکھتی۔ ایسی حالت میں صرف یہ نصیحت کر دینا کہ آئندہ کا خیال رکھنا چاہئے کافی نہیں۔ بالعموم انسان اس کا جواب یہ دیں گے کہ ہم آئندہ کا خیال رکھتے ہیں یہی وجہ ہے جہاں قرآن مجید نے آئندہ کے متعلق خیال رکھنے کی نصیحت کی ہے وہاں یہ بھی کہا ہے کہ انسان دیکھے آئندہ کا اس نے کیا خیال رکھا ہے۔ کیونکہ صرف خیال کرلینا کافی نہیں۔ باوجود آئندہ کا خیال کرلینے کے انسان تکالیف پاتا اور نقصان اٹھاتا ہے۔ پس مسلمان یہ نہیں دیکھتا کہ اس نے آئندہ کا خیال کیا یا نہیں کیا بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ کیا خیال کیا یعنی جو چیز اس نے آئندہ کے لئے رکھی ہے وہ اس کے کام آسکتی ہے یا نہیں۔ بعض لوگ اچھا کھاپی کر صحت کا خیال رکھتے ہیں اس کی بجائے اگر وہ روپے جمع کرتے ہیں اور ان کے گھروں میں ہزاروں روپے موجود ہوں مگر صحت

اچھی نہ ہو تو وہ روپے کس کام کے۔ اس کے مقابلہ میں اگر صحت اچھی ہو اور روپیہ چلا جائے تو پھر بھی لوگ کام چلا لیتے ہیں۔ اسی طرح لوگ بچوں کی تعلیم پر روپیہ خرچ کرتے ہیں وہ آئندہ کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ بچے قابل ہو کر کمائیں گے اور جب ہم کمانے کے قابل نہ رہیں گے تو ان کی کمائی کھائیں گے اس خیال کو مدنظر رکھ کر وہ اپنا روپیہ بنک میں جمع کرانے کی بجائے بچوں کی تعلیم و تربیت پر صرف کرتے ہیں۔ لیکن عام طور پر لوگ آئندہ کا خیال رکھنا نہیں سمجھتے بلکہ گھر میں یا بنک میں روپیہ جمع کرانے کو آئندہ کا خیال قرار دیتے ہیں حالانکہ یہی آئندہ کا خیال نہیں بلکہ اپنی صحت کے لئے خرچ کرنا، اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرنا، اپنی قوم کی ترقی کے لئے خرچ کرنا بھی آئندہ کا خیال رکھنا ہی ہے۔ اس بارے میں جو بات مدنظر رکھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ جو چیز آئندہ کے لئے رکھی جارہی ہے کیا ضرورت کے موقع پر وہ کام آجائے گی۔ ایک شخص لاکھوں روپیہ جمع کرکے جنگل میں کسی جگہ دفن کردیتا ہے جس کا اسے خود بھی پتہ نہیں لگتا تو وہ روپیہ اس کے کس کام کا یا کسی بنک میں جمع کرتا ہے اور بنک فیل ہو جاتا ہے تو اسے کیا ملے گا۔ بچوں کو تعلیم دلانے پر خرچ کرتا ہے لیکن بچے سب کچھ کرانے کے بعد کسی کام کے قابل نہیں بنتے یا قابل ہو کر ماں باپ کی خدمت نہیں کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ایک ہندو کے متعلق سنایا کرتے تھے۔ اس نے اپنی ساری جائداد بیچ کر اپنے لڑکے کو تعلیم دلائی۔ اس زمانہ میں ای اے سی بہت بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا اس لڑکے کو یہ عہدہ مل گیا ایک دفعہ اس کا باپ اس کے پاس ایسی حالت میں گیا کہ میلی سی دھوتی جس طرح عام طور پر ہندو باندھتے ہیں باندھے ہوئے تھا اب بھی یہ طریق ہے لیکن پہلے زیادہ تھا کہ کھلی جگہ لوگ تفریح کے طور پر بیٹھا کرتے تھے اسی طرح اس ہندو کا لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور اس کے کچھ دوست جمع تھے اس کا باپ وہاں ہی چلا گیا اور جاکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے اس کے کرسی پر آبیٹھنے کی وجہ سے بعض کو تعجب بھی ہوا کہ یہ کون ہے جو یہاں آبیٹھا ہے۔ اسے جسے اس نے اپنی جائداد بیچ کر تعلیم دلائی تھی یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوئی کہ یہ میرا باپ ہے اس نے کہا یہ ہمارا پرانا ٹہلیا (خادم) ہے۔ یہ سن کر اسے بہت غصہ آیا کہنے لگا اس کا ٹہلیا نہیں اس کی ماں کا ٹہلیا (خاوند) ہوں۔ تو انسانی اخلاق اس درجہ گر سکتے ہیں کہ باپ کی خدمت کرنا تو الگ رہا اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا بھی اپنی ہتک سمجھنے لگ جاتے ہیں اور وہ ماں باپ جو توقع رکھتے ہیں کہ اولاد فائدہ پہنچائے گی بعض اوقات اولاد ان کی طرف منسوب ہونا بھی پسند

نہیں کرتی۔ پھر تعلیم پانے والے خود بھی بعض اوقات تعلیم سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ دماغ خراب ہو جاتا ہے پاگل ہو جاتے ہیں صحت خراب ہو جاتی ہے۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم یہ دیکھو تم نے کل کے لئے سامان کیا ہے یا نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ یہ دیکھو کل کے لئے کیا سامان کیا۔ کل کے لئے کچھ نہ کچھ سامان کرنا تو فطرتی بات ہے جو حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے کیڑے مکوڑوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ چیونٹی اور شہد کی مکھی خوراک جمع کر لیتی ہے اور بھی جاندار ہیں جو آئندہ کے لئے اندوختہ رکھتے ہیں۔ اس صورت میں انسان سے یہ سوال کہ اس نے آئندہ کے لئے جمع کیا ہے یا نہیں ایسا موٹا اور اتنا معمولی سوال ہے جو مذہب سے تعلق نہیں رکھتا یہ بات تو حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا جمع کرتے ہو اور کہاں جمع کرتے ہو۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے کیا عمدہ بات فرمائی کہ اپنا مال وہاں جمع کرو جہاں چوری کا خطرہ نہیں۔ ؎1 یہی مطلب ہے۔ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ۔ ؎2 کا۔ کہ دیکھو تم نے کل کے لئے کیا جمع کیا اور کہاں جمع کیا۔ اگر تم نے اچھی جگہ کوئی چیز جمع کرائی تو وہ چیز بھی اچھی ہوگی اس لئے اصل سوال یہی ہے کہ کہاں جمع کرائی۔ وہ چیز جس کے لئے کوئی خطرہ نہیں وہی ہو سکتی ہے جسے خدا تعالیٰ کے ہاں جمع کرایا جائے۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم انسان پر کوئی ظلم نہیں کرتے۔ انسان کوئی نیکی نہیں کرتا کہ ہم اس کا بدلہ بڑھا چڑھا کر نہیں دیتے اس لئے ضروری ہے کہ جب انسان کوئی اہم کام کرنے لگے تو ساتھ کوئی نہ کوئی نیکی بھی کرے۔ صلحاء اور انبیاء کا یہی طریق ہے۔ انسان چونکہ غلطی کر جاتا ہے اس لئے جب وہ کسی کام کے ساتھ کوئی نیکی بھی کرتا ہے تو وہ نیکی تعویذ بن جاتی ہے۔ وہ تعویذ نہیں جو گلے میں ڈالا جاتا ہے بلکہ وہ تعویذ جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے ایسی نیکی کافر بھی کر سکتا ہے اور اسے بھی اس کا اجر مل جاتا ہے۔ ابو جہل کی نیکیوں کا نتیجہ ہی عکرمہؓ تھا۔ جب ابو جہل جہنم میں جانے لگا تو خدا تعالیٰ نے پسند نہ کیا کہ اس کی نیکیاں بھی جہنم میں چلی جائیں ان نیکیوں کو خدا تعالیٰ نے عکرمہؓ کی شکل میں تبدیل کر دیا اور بدیوں کو جہنم میں ڈال دیا۔

پس جب انسان کوئی کام کرے تو ساتھ کوئی نہ کوئی نیکی بھی کرے۔ استخارہ یعنی طلب خیر کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب انسان نیکی کرتا ہے تو پھر جو کام وہ کرنا چاہتا ہے اس کے متعلق خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

(الفضل ۳۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۶،۵)

[1] "اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں"
(متی باب ۶ آیت ۲۰ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۹۴ء)

[2] الحشر: ۱۹